سید شریف احمد شرافت نوشاہی

حیاتِ حضرت حاجی محمد نوشہ کے مآخذ

حضرت نوشہ گنج بخش قادری قدس سرہ العزیز دسویں اور گیارہویں صدی ہجری کے اکابر مشائخ سے تھے۔ اکبری عہد میں الحاد و زندقہ کی جو نشر و اشاعت سرزمین ہند میں ہوئی، اس کو دور کرنے کے لیے صوفیائے عظام اور علمائے کرام کی ایک جماعت نے نمایاں کوششیں کیں، جن میں حضرت نوشہ گنج بخش رح بھی پیش پیش تھے۔ دینِ اسلام کی تائید اور دینِ حقہ کی ترویج کے لیے جو جدو جہد آپ سے ظہور میں آئی، آپ کی تصانیف اور دیگر خاندانی تذکرے اس کے شاہد عادل ہیں۔ اپنے رسالہ شرع بروان میں لکھتے ہیں۔

شرع شریعت شارع عام — شاہ راما شاہاں شاہ گام
پیغمبر پیغام پہنچایا — کلمہ سچا نام لے آیا
کلمہ پڑھو حکم سب مانو — اللہ ایک حق سچ جانو
غیر شرع کا سنگ نہ بھالو — دائم حق کا نام سنبھالو
کافر کی سنگت کو تجے — کافر کے ملنے سوں بھجے
بے دینوں سے کرے نیاری — سچیاروں[۱] سے کرے دوستداری
سو سچیار جو شرع پر قائم — ہمت سخت دل بہت ملائم
مَن نیچا اور اونچی مت — سچیاروں کی ایسی گت
پاک محمدؐ مرشد ساچا — سچ مچ ساچے کی باچا
جاکے قول مول شک نہ کوئی — سچیاروں کا مرشد سوئی
کون سچیار؟ مومن سچیار — کافر کش مرد دیندار

---

[۱] سچیاروں سے آپ کی مراد صوفیائے کرام ہے ۱۲۔ سید شرافت نوشاہی

مرد سچیار دین موں رہے　　کافر ملیچھ کوں لعنت کہے
ملے نہ کافراں، ملے تو لڑے　　منافق مُنکن مارے اڑے سوں اڑے
مرے تو شہید مارے تو غازی　　سچیاروں کی کار جنگ بازی
جنگ دین، جنگ آئین　　جنگی جیتے روئے زمین
نوشہ کہے درویش الٰہی
مرد سچیار فقیر سپاہی

مولانا محمد اشرف فاروقی نے حضرت نوشہ کا ارشاد کتاب کنز الرحمت میں اس طرح بیان کیا ہے:

طریقۂ نبوی طریق من ست　　سوئے شرع رفتن رہ روشن ست

حضرت نوشہ گنج بخش کا اردو اور پنجابی کلام راقم الحروف نے مرتب کیا ہے۔ اردو زبان میں آپ کے بہتر رسالے ہیں، جن کو "کلیاتِ نوشہ، اردو" کے نام سے جمع کیا ہے۔ اور پنجابی میں آپ کے ایک سو چھبیس رسالے ہیں، جن کا نام "کلیاتِ نوشہ، پنجابی" رکھا ہے۔ یہ سب کلام منظوم ہے اور آج سے چار صدی پہلے کا قیمتی ادبی سرمایہ ہے۔ یہ نوادر مخطوطات کی صورت میں موجود تھے۔ میں نے دو سال کی محنت اور تلاش سے ان کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ کلام ابھی منتظر اشاعت ہے۔ ہمارے مؤرخین کی تحقیق کی روشنی میں پنجاب کے علاقہ میں اس سے قدیم اردو و پنجابی کلام تاحال کوئی ثابت نہیں ہو سکا۔

بہرکیف حضرت نوشہ صاحبؒ کی سیرت کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی ساری زندگی توحید، شریعت، تصوف اور ہدایت خلق اللہ کے لیے وقف کی ہوئی تھی۔ آپ کی ولادت ۹۵۹ھ میں بعہد حکومت اسلام شاہ ولد شیر شاہ سوریؒ ہوئی، اور آپ کا وصال شاہجہاں بادشاہؒ کے زمانہ میں ۱۰۶۴ھ میں ہوا۔ آپ کا مدفن دریائے چناب کے شمالی کنارہ پر موضع ساہن پال شریف ضلع گجرات میں گاؤں سے نصف میل شمال کی طرف ہے اور مرجع خلائق ہے۔

حضرت نوشہ صاحبؒ کے حالات پر جو بنیادی تذکرے ہیں، وہ ابھی تک مخطوطات کی

صورت میں متفرق مقامات پر پڑے ہیں، اور اہل قلم کی نظر سے مخفی ہیں۔ اور اکثر مورخین جب حضرت نوشہ صاحب پر کچھ لکھنا چاہتے ہیں، تو سوائے خزینۃ الاصفیا کے کوئی کتاب سامنے نہیں آتی اس لیے محققین کی تحقیق کا سارا مدار اسی کتاب پر یا اس کے بعد والے مؤلفین کی کتابوں پر ہوتا ہے۔ جو اسی کتاب کے خوشہ چین ہوتے ہیں۔ مجھے یہاں حضرت نوشہ صاحب کے حالات کے بنیادی مآخذ کا تعارف کرانا ہے تاکہ ارباب تحقیق کو استفادہ کرنے میں سہولت ہو۔ اور تاریخی تحقیقات میں ان کی صحیح رہنمائی ہو سکے۔

(۱) رسالہ تحفہ رضویہ (فارسی) از تصنیف قاضی رضی الدین گنجاہی المتوفی ۱۱۴۳ھ۔

یہ حضرت نوشہ گنج بخش کے اکابر خلفا سے تھے۔ ۱۱۰۷ھ میں جب مرزا احمد بیگ لاہوری نے رسالہ "الاعجاز" لکھنا شروع کیا تو قاضی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور التماس کی کہ حضرت نوشہ صاحب کے حالات اپنے قلم سے مجھے لکھ کر دیں تاکہ میں اپنے رسالہ میں داخل کروں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"فقیر التماس نمود کہ چیزے از احوال حضرت شاہ کہ بخاطر بیایئد ایشاں بدست خط خود در قید کتابت در آرند کہ بہ تبرک و تیمن ہموں عبارت داخل رسالہ نمودہ آید" (الاعجاز قلمی ص ۱۱۱)

چنانچہ قاضی رضی الدین نے ایک مضمون حضرت نوشہ گنج بخش کے متعلق لکھا، جس میں ستر سطور نثر ہیں، اور پچیس اشعار فارسی آپ کی مدح میں نظم کیے ہیں۔ نثر اس طرح شروع ہوتی ہے:

"روزے ایں ضعیف نحیف در خدمت فیض موہبت چمن آرائے بستان نبوی، گلدستہ گلستان مصطفوی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم، شیخنا شیخ حاجی محمد نوشہ اللہ سرہ قدس کہ آنکہ بوسعت دائرہ نظر حق فراخی کونین برو مکث حشمش جائے کردہ، و دلش از ظہور امور علوم غیب صفحہ لوح گردیدہ در حلقۂ حلقہ نشینان درس بود۔" (الاعجاز ص ۱۱۲)

چنانچہ مرزا احمد بیگ نے قاضی صاحب کی عبارت بلفظہ اپنے رسالہ میں درج کی۔ لکھتے ہیں: "ایں مقدمہ عبارتے کہ ایشاں نوشتہ اند داخل کردہ شد۔" (الاعجاز قلمی ص ۱۱۱)۔

اگرچہ یہ پوری عبارت رسالہ الاعجاز از مرزا احمد بیگ لاہوری میں درج ہے۔ اور رسالہ کا جزو بن چکی ہے مگر اس کی اپنی ایک الگ نوعیت ہے۔ نیز حضرت نوشہ صاحب کے بلا واسطہ خلیفہ کی ہے اور خود ان کی زبان سے روایت کی ہے۔ اس لیے بہ نسبت دوسرا کا

روایتوں کے وہ زیادہ مستند اور قابل قدر ہے۔ لہذا میں نے اس کا نام "تحفۂ رضویہ" رکھنا مناسب سمجھا ہے۔

(۲) رسالہ "الاعجاز" (فارسی) از تصنیف حضرت مرزا احمد بیگ لاہوری۔

مرزا صاحب نے اس کتاب کا کوئی نام خود تجویز نہیں کیا، البتہ دیباچہ میں یہ الفاظ آئے ہیں: "امید کہ ایں رسالہ اعجاز مقالہ باعث رشد و ہدایت طالباں گروہ۔" (الاعجاز قلمی ص ۵)، اور علامہ شیخ محمد ماہ صداقت کنجاہی اپنی کتاب "ثواقب المناقب" میں ایک جگہ مرزا احمد بیگ کو "صاحب رسالہ الاعجاز" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ان دونوں عبارتوں سے اس کتاب کا نام "الاعجاز" ثابت ہوتا ہے۔ اور عام طور پر اس کو "رسالہ احمد بیگ" کہا جاتا ہے۔ مرزا صاحب نے یہ کتاب ۱۱۰۷ھ میں تصنیف کی۔ لکھتے ہیں: "اگرچہ قدرت عبارت آرائی نداشتم لیکن بہ تقاضائے شوق مافوق در ۱۱۰۷ یک ہزار و یک صد و ہفت ہجری بعہد سلطنت شاہ اورنگ زیب عالمگیر خلّد اللّٰہ ملکہٗ کہ از وصال حضرت شاہ[۵] چہل و سہ سال گذشتہ بودند ایں مسودہ را بعبارت سہل و سادہ در قید کتابت آوردم۔" (الاعجاز قلمی ص ۴)

اس کتاب کے مستند ہونے کی یہ دلیل کافی ہے کہ مصنف نے حضرت نوشہ صاحب کے بلا واسطہ خلیفوں اور مریدوں کی زبان سے واقعات جمع کیے ہیں۔ آپ کے خلفا کے حالات بھی درج کیے ہیں اور زیادہ خوارق و کرامات کا اندراج کیا ہے۔ یہ بات قابل تعجب ہے کہ مصنف نے باوجود اس قدر کاوش کے سوائے سنہ تالیف رسالہ کے کسی بزرگ کا کوئی تاریخ و سنہ وفات نہیں لکھا۔

کتاب کا آغاز اس طرح ہوتا ہے: "سپاس منزہ از قیاس و ستائش قدسی اساس سزاوار واجب الوجود است کہ عقول رصد بندان عالم ہیولانی و رسائی فہوم زیچ شناسان ہیئات امکانی در حمد و ثنائے لاانتہاہی کبریائی او زیچ ست" (بیش نظر رسالہ الاعجاز۔ صفحات ۱۴۲ سطور فی صفحہ ۹)۔

---

[۵] اس کتاب میں جہاں کہیں حضرت شاہ کا لفظ آیا ہے، اس سے مراد حضرت نوشہ صاحب ہیں ۱۲

مصنف کتاب مرزا احمد بیگ قوم مغل قاقشال سے تعلق رکھتے تھے۔ اور سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ شیخ حاجی مکتب دار سیالکوٹی سے تعلیم پائی اور شیخ نور محمد سیالکوٹی کے مرید ہوئے، جو حضرت نوشہ گنج بخش کے اکابر خلیفوں سے تھے۔ مرشد کے حکم سے لاہور سکونت اختیار کی۔ کچھ عرصہ دہلی میں "اسپان خاصہ پادشاہی" پر داروغہ رہے۔ پھر ملازمت چھوڑ دی، ان کی وفات ۱۱۰۷ھ اور ۱۱۲۶ھ کے درمیانی سالوں میں ہوئی، صحیح سن وفات معلوم نہیں ہو سکا۔

(۳) ثواقب المناقب (فارسی) از علامہ شیخ محمد ماہ صداقت کنجاہی المتوفی ۱۱۴۸ھ۔
علامہ شیخ صداقت نے اس کتاب کا نام خود مقرر کیا ہے، ایک رباعی میں فرماتے ہیں (ص ۱۴)

صد شکر کہ گشت ایں ہمایوں آغاز زیں اسم مبارک بسعادت ممتاز
نامش کہ ثواقب المناقب باشد شد وردِ زبان جملہ ارباب نیاز (ص ۱۴)

یہ کتاب دراصل رسالہ "الاعجاز" مصنفہ مرزا احمد بیگ کی مرصع و رنگین صورت ہے۔ علامہ صداقت دیباچہ میں فرماتے ہیں کہ میرے مرشد برحق نے مجھ کو مرزا احمد بیگ کا رسالہ اس کے بیٹے قاقشال خاں سے لے کر دیا، اور حکم دیا کہ اس کو رنگین فارسی میں تیار کر دو۔ چنانچہ میں نے چند روز میں یہ کتاب مکمل کر دی۔ لکھتے ہیں:

"مرشد چارہ ساز و خورشید ذرہ نواز بیداد دلم رسیدہ مسودہ مجموعہ جامع الکمالات صوری و معنوی میاں احمد بیگ طاب ثراہ کہ در بیان احوال دودہ مسعودہ نوشہ دیوان معنی نگار رزقنا اللہ تبعہ نوشتہ از نزد چراغ دودمان سعادت قاقشال خاں خلف الصدق آں صبح نفس گرفت، و بہ ایں ذرہ بے قدر عطا فرمودہ کہ بتجدید تالیف برطبق ایں مسودہ روشن کہ النور فی السواد گویا درشانِ اوست بعبارت رنگین غازہ پردازی شاہد حسن اعتقاد باید دانست۔ و حصول سررشتہ ایں دست آویز سعادت سبحہ گردانی ذکر اولیا باید شمرد۔" (ثواقب المناقب قلمی ص ۱۰)

اس کتاب کا سنہ تصنیف کہیں نہیں لکھا۔ مگر ایک جگہ حضرت نوشہ صاحب کے نبیرہ زادہ سید ہیبت شاہ کی شہادت کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ ان دنوں میں واقع ہوئی ہے: "ہم دریں ایام طاؤس خلد مانوس یعنی میاں ہیبت شاہ خلف الرشید آں گلشن کرامت بآب شمشیر باغیان

رنگ صبغۃ اللہ شہادت ریخت ۔" (ثواقب المناقب قلمی ص ۱۴۲)

اور ان کی تاریخ شہادت شعر ذیل سے ۱۲۶۱ھ نکلتی ہے:

سالِ تاریخ شہادت ما بجوں کردم رقم لالۂ فردوس شد آں زادۂ کوہ وقار

چونکہ انھیں دنوں کتاب "ثواقب المناقب" تصنیف ہوئی۔ لہٰذا اس کا سالِ تصنیف ۱۲۶۱ھ / ۱۲۷۱ھ ہوسکتا ہے۔

یہ کتاب حضرت نوشہ گنج بخش کے حالات اور ان کے بیٹوں اور خلیفوں کے حالات پر مشتمل ہے۔ اس میں شیخ پیر محمد سچیار نوشہروی اور ان کی اولاد و مریدوں کے حالات رسالہ الاعجاز سے کچھ زیادہ لکھے ہیں۔ کتاب کا آغاز اس طرح ہوتا ہے: "حمدِ بے حد مالک الملکے را کہ شہنشاہان مبارک نام رانگین یمنی وار دل از وطن برکندہ بہ تختِ نشینیِ سوادِ اعظم فقر فرستادہ و معرفت دستگاہان معروف روزگار را شمع مانند بگرمی شوق انگشت نما کردہ بہ پروانگی تسلیم در انجمن وحدت بار دادہ۔"

علامہ صداقت نے اس کتاب میں لفظی، معنوی، ظاہری، باطنی، علمی اور فنی بے شمار صنعتیں ملحوظ رکھی ہیں۔ چند صنعتوں کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

صنعتِ غیر منقوط۔ "سگِ درگاہ دودہ مسعودہ و محررِ رسالہ سلسلہ کاملہ کہ عمر موہوم کا کل دلدار وار در طولِ امل سر کردہ، در دل ارادہ دارد کہ سطور معدودہ در مدح سدہ درگاہ والا مسطور گرداد۔" (ثواقب المناقب قلمی ص ۲۹۷)

صنعت منقوط۔ "شفقتش بیش، غضبش نیش، بیش بیں، بینش یقیں، زیبِ تخت، زینتِ زیں، خزۂ بخت بیش بخششش شبش یخی، تیغ زیبقی بجنب تف غضبش یخی۔" (ثواقب المناقب قلمی ص ۱۹۹)۔

صنعتِ خیفا۔ ایک کلمہ بانقط ایک بے نقط باترتیب۔ "تیغ ہمدم فتن حسود بیندق وار جنبش دادہ عضب او، پشت ہمہ زشت اہل بغی سراسر شق کردہ جذب او، بخشش او غیثِ کرم۔ فیضِ او جشنِ عالم۔" (ثواقب المناقب قلمی ص ۱۹۹)

صنعت مقلوب مستوی۔ عبارت الٹی سیدھی پڑھی جاتی ہے: "نام او نماز امن و امان۔ نامۂ انشاء آشنا ہماں۔ وادی توکل ملکوت یداو۔ وارث اوب ابد اثر او۔ معانی عشقش

مین اعم ۔ متانت مشتق متن اتم ۔" (ثواقب المناقب قلمی ص ۲۰۰)

صنعت منفصل ۔ لکھنے میں حروف آپس میں متصل نہیں ہوتے ،" راز دور، از دور دوار، آواز وادہ ۔ داور داوار، ادوار، ہردربا دوا داده ۔" (ثواقب المناقب قلمی ص ۲۰۱) ۔

بعض تذکرہ نگاروں نے ثواقب المناقب کو غلطی سے مثنوی لکھ دیا حالانکہ یہ کتاب نثر ہے (۱) مولانا حسین قلی خاں "نشتر عشق" میں لکھتے ہیں "مثنوی ثواقب المناقب قریب پنج ہزار بیت از تالیفات اوست" (ص ۲۷۹) (۲) سید علی حسن خاں بھوپالوی "صبح گلشن" میں لکھتے ہیں "مثنوی ثواقب المناقب در احوال مشائخ سلسلۂ قادریہ بہ پنج ہزار بیت برشتہ نظم کشیدہ" (ص ۲۴۹)

معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں تذکرہ نویسوں نے ثواقب المناقب کو دیکھا نہیں۔ ورنہ ایسی فاش غلطی نہ کرتے (پیش نظر مخطوطہ "ثواقب المناقب" صفحات ۲۱۱۔ سطور فی صفحہ ۱۷)

علامہ صداقت قصبہ کنجاہ ضلع گجرات کے مفتی زادوں سے تھے ۔ علامہ شیخ محمد اکرم غنیمت کے حقیقی برادر زادہ اور شاگرد تھے ۔ آپ حاجی عبدالرحمن دہلوی کے مرید ہوئے جو مرید تھے حضرت پیچا ر صاحب کے اور وہ مرید تھے حضرت نوشہ گنج بخش کے ۔ علامہ صداقت ملازمت کے سلسلے میں دہلی چلے گئے ۔ اور نواب ارادتمند خاں اشرف الدولہ کی سرکار میں تحویل خزانہ کے عہدہ پر مقرر ہوئے ۔ شاعری اور انشا پردازی میں ان کا مقام بہت بلند تھا ۔ سراج الدین علی خاں آرزو نے ان کو " صنائع بسیار مثل امیر خسرو بسیار بمتانت نوشتہ " (مجمع النفائس قلمی ص ۲۵۵ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور) لکھا ہے ۔ اور حسین قلی خاں نے ان کو " بلند خیالی از ابوالبرکات منیر و عارف لاہوری و غنیمت عم خود بود " (نشتر عشق قلمی ص ۲۷۹ ۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور) لکھا ہے ۔

(۴) تذکرہ نوشاہی (فارسی) از حضرت مولانا سید حافظ محمد حیات ربانی نوشاہی ساہنپالوی المتوفی ۱۱۷۲ھ ۔

حافظ ربانی نے اس کتاب کا خود کوئی نام نہیں رکھا ۔ مختلف خطی نسخوں میں اس کے یہ مختلف نام تحریر ہیں : (۱) باب الابواب (۲) ثواقب المناقب (پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور ۔

ذخیرہ شیرانی کے نسخہ پر یہی نام درج ہے) (۳) تحفۃ النوشھیہ (۴) مقامات حاجی بادشاہ۔ (۵) تاریخ حضرات نوشاہیہ۔

مفتی غلام سرور لاہوری نے ۱۲۸۰ھ میں جب کتاب "خزینۃ الاصفیا" تالیف کی تو انھوں نے نوشاہی خاندان کے مشائخ کے حالات اس کتاب سے لیے۔ انھوں نے اپنی کتاب میں اس کا ذکر تذکرہ نوشاہی کے نام سے کیا۔ اس وقت سے یہ کتاب اسی نام سے مشہور ہے۔ اس کے بعد جس مؤرخ نے کچھ لکھا، اس نے بحوالہ خزینہ، تذکرہ نوشاہی کا حوالہ دیا۔

سید حافظ ربانی اس کتاب کا سبب تالیف یہ بتاتے ہیں۔ مرزا احمد بیگ لاہوری کا رسالہ ناقص الاول والآخر، پراگندہ اوراق ۱۱۴۶ھ میں مجھے دستیاب ہوا۔ میرے برادر عم زاد سید شیر محمد بن شاہ عصمت اللہ حمزہ پہلوان نے مجھے کہا کہ اس کتاب کا خطبہ ابتدائیہ اور خاتمہ انتہائیہ لکھ کر اس کتاب کو مکمل کرو۔ اور حضرت نوشہ صاحب کے فرزندوں، پوتوں اور خلیفوں کے حالات، جو مرزا صاحب رح کو نہیں مل سکے، وہ بھی داخل کرو۔ چنانچہ میں نے یہ کتاب لکھ کر پوری کی۔ دیباچہ میں اس بات کی تصریح یوں کرتے ہیں:

"بر راسئے عالم آرائے غواصان بحار حقایق، و ملاحان انہار دقایق، مخفی و محتجب نماند کہ جزوے چند نامرتب، نہ خطبہ ابتدائیش و نہ خاتمہ انتہائیش از بسیاری کہنگی اکثر عبارتش ریختہ، از تصنیف مرزا احمد بیگ لاہوری رح کہ بیک واسطہ متمسک ایں عروہ وثقی و حبل متین آں قدوۃ الواصلین وزبدۃ العارفین آں نوشاہِ دین گردیدہ، چنانچہ ہمدریں کتاب کیفیتش مبین خواہد شد در مقام مناسب، و در سنہ یک ہزار، یک صد چہل شش ۱۱۴۶ از ہجرۃ النبی الامی بہ احقر البریات فقیر محمد حیات بن وفقا ئی بناہ کمالات دستگاہ حضرت میاں جمال اللہ بن حضرت میاں برخوردار ولد شیر بیشہ عرفان و نہنگ بحر ایقان حضرت نوشہ صاحب رسیدہ۔"

یہ کتاب اس طرح شروع ہوتی ہے: "الحمد للہ الذی تفرد بالوھیۃ الابدیۃ والشکولمن توحد بربوبیۃ الازلیۃ، ما اتخذ صاحبۃ ولا ولداً ولم یکن لہ کفواً من القدوسیۃ، ولا ضد ولا ند بل اتحد فی الصمدیۃ۔"

یہ کتاب دوسرے سب تذکروں سے اس لیے زیادہ معتبر اور باوثوق ہے کہ مشہور

مشہور مقولہ ہے: صاحب البیت ادری بما فیہ۔ گھر والا اپنے گھر کے حالات سے زیادہ واقف ہوتا ہے۔ چونکہ آپ حضرت نوشہ گنج بخش کے حقیقی نبیرہ زادہ اور اپنے خاندانی حالات سے زیادہ آگاہ تھے۔ اور اس سلسلہ میں آپ کے جو ممد و معاون اور تالیف و ترتیب کے محرک تھے، یعنی حضرت سید شیر محمد نوشاہی، وہ بھی صاحب علم و فضل اور خاندان کی باوقار شخصیت تھے۔ اسی لیے تمام مورخین نے اپنی تصانیف میں جہاں نوشاہی بزرگوں کے حالات لکھے ہیں، اسی تذکرہ نوشاہی پر اعتماد کیا ہے۔

"تذکرہ نوشاہی میں رسالہ احمد بیگ" الاعجاز" سے کئی واقعات زیادہ ہیں۔ مثلاً حضرت شاہ حاجی محمد کو" نوشہ" کا خطاب ملنے کا واقعہ۔ یا ان کا اپنی اولاد کے فضائل بیان کرنا۔ یا ان کی تاریخ وفات کا درج ہونا۔ یا ان کے فرزندوں اور پوتوں کے حالات کا اضافہ کرنا وغیرہ۔

اس کتاب کے سمجھنے میں ایک مشکل بھی ہے۔ وہ یہ کہ سید حافظ محمد حیات ربانی نوشاہی نے مرزا احمد بیگ لاہوری کی عبارتوں کو بھی بدستور رہنے دیا۔ اور اپنی عبارتیں بھی اسی میں داخل کر دیں۔ اس لیے ہر پڑھنے والا یہی سمجھتا ہے کہ یہ حافظ ربانی صاحب کی عبارت ہے۔ اسی وجہ سے مفتی غلام سرور لاہوری کو حضرت نوشہ صاحب کی تاریخ وفات سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ مفتی صاحب نے دیباچہ میں پڑھا" درسنہ یک ہزار یکصد چہل و شش (۱۱۴۶) از ہجرۃ النبی" پھر کتاب کے درمیان محمد امین لاہوری کی روایت میں آیا" در اثنائے نوشتن رسالہ کہ از وصال حضرت شاہ چہل و سہ سال گذشتہ بود کہ اخلاص منداں عزیزے از لشکر ظفر اثر عالمگیر بادشاہ رسید۔ اسم آں عزیز محمد امین بود۔" (تذکرہ نوشاہی قلمی ص ۱۶۰)

مفتی صاحب نے سمجھا کہ یہ بھی حافظ ربانی کی عبارت ہے۔ چنانچہ ۱۱۴۶ھ سے ۴۳ سال منہا کر کے حضرت نوشہ صاحب کا سال وفات ۱۱۰۳ھ لکھ دیا۔ حالانکہ وہ عبارت مرزا احمد بیگ کی تھی۔ اس میں صریح لفظ" رسالہ" موجود تھا، جس سے ثابت ہوتا تھا کہ حضرت نوشاہ عالیجاہ کی وفات ۱۰۶۴ھ سے ۴۳ سال بعد مرزا احمد بیگ نے یہ رسالہ لکھا۔ جس کا سنہ تصنیف ۱۱۰۷ھ ثابت ہوتا ہے۔ مفتی صاحب نے اس پر بھی غور نہ کیا کہ اگر وہ عبارت

حافظ ربانی کی سمجھی جائے کہ انھوں نے ۱۱۴۶ھ میں ایسا لکھا تو اس وقت عالمگیر بادشاہ کے لشکر کا وجود کہاں تھا۔ عالمگیر ۱۱۱۸ھ میں وفات پا چکا تھا۔ بہرصورت وہ عبارت مرزا احمد بیگ کی تھی۔

مفتی صاحب نے شاید تذکرہ نوشاہی کا پورا مطالعہ بھی نہیں کیا۔ کیونکہ اس میں حضرت نوشہ صاحب کی وفات کا تاریخی قطعہ ستر ہ اشعار کا موجود ہے، جو شیخ عبدالرحیم سدا کنبوئی کے زور طبع کا نتیجہ ہے۔ اس میں حضرت نوشہ گنج بخش کی وفات کے چار عدد تاریخی مادے ہیں۔ ۱۔ خاتم پاک۔ ۲۔ وہ نوشہ حاجی سخی۔ ۳۔ رحلت نوشاہ دین۔ ۴۔ نوشہ ہادی سخی بود۔ ان سب سے ۱۰۶۴ھ اعداد نکلتے ہیں۔ پھر مفتی صاحب کے بعد جن مورخوں نے قلم اٹھایا، انھوں نے محض خزینۃ الاصفیا پر اعتماد کیا۔ اور اصل کتاب تذکرہ نوشاہی کو ملاحظہ نہ کیا، اسی طرح یہ غلط تاریخ رائج ہوتی گئی۔ راقم الحروف نے اس کی تحقیق اپنی کتاب اذکار نوشاہیہ مطبوعہ استقلال پریس لاہور ۱۹۶۴ء ص ۳۲ پر کی ہے۔ (پیش نظر مخطوطہ "تذکرہ نوشاہی" صفحات ۴۰۰۔ سطور فی صفحہ ۱۳)

مصنف کتاب سید حافظ محمد حیات ربانی نوشاہی نے اپنے والد ماجد حضرت سید حافظ جمال اللہ فقیہ اعظم نوشاہی المتوفی ۱۱۴۲ھ سے تعلیم پائی۔ کتب کثیرہ مجمع اللطائف، ترویح القلوب وغیرہ ان کی یادگار ہیں۔ ان کے مفصل حالات میں نے اپنی ایک کتاب "حیات ربانی" میں لکھے ہیں جو ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔

(۵) "مثنوی تحائف قدسیہ" (فارسی) از شیخ پیر کمال بن شیخ عثمان لاہوری۔

شیخ پیر کمال نے اس کتاب کا نام خود رکھا ہے:

"جمع کردم تحائف نور جامے   تحائف قدسیہ کردیم نامے"

(تحائف قدسیہ قلمی ص ۵۹۱)

یہ کتاب ۲۵ ذیقعد ۱۱۸۶ھ میں ختم ہوئی۔ چنانچہ تاریخ اتمام لکھتے ہیں:

بدہ از بیست پنجم شہر ذیقعد ۲۵   کہ گشت اتمام ایں تحفہ بارشاد

ز ہجرت سال ار جوئی شنا جو   ہزار و یک صد و ہشتاد و شش گو ۱۱۸۶

کتاب کا آغاز اس طرح ہے:

بحمد اللہ کہ از رحمٰن قلب بیدار	بر وید ہر زماں صد باغ گلزار
زمین جان عارف صد ہزاراں	بر آرد ہر نفس از لالہ زاراں
وجودِ ذاتِ کامل در شب و روز	ز ہر مویش بر آید حمد پُر سوز

اس کتاب میں حضرت نوشہ صاحب کے حالات کے ضمن میں ایک جوگی کا آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہونا، مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی کا آپ کے دولت خانہ پر حاضر ہونا، فتح قندھار کی دعا کرانے کے لیے شاہ جہاں بادشاہ کا آپ کی خدمت میں آنا اور آپ کی نعش کا ۱۱۷۰ھ میں دریائے چناب کی وجہ سے دوبارہ برآمد ہونا وغیرہ چند واقعات پہلی کتابوں سے زائد ہیں۔ نیز حضرت سچیار صاحب نوشہروی اور شہمیر قلندر لاہوری کے حالات تفصیل سے درج ہیں۔ اور واقعات محض شنیدہ درج کیے ہیں۔ ساری کتاب فارسی نظم میں ہے۔

(زیر نظر مخطوطہ "مثنوی تحائف قدسیہ" صفحات ۵۹۲ سطور فی صفحہ ۱۴)

(۶) "مرآۃ الغفوری" (فارسی) از میاں امام بخش برقندازی جالندھری۔

یہ کتاب حضرت شاہ عبدالغفور انصاری نوشاہی برقندازی جالندھری المتوفی ۱۷ ربیع الاول ۱۱۸۶ھ کی سوانح حیات ہے۔ مصنف کتاب ان کا مرید تھا۔ انھیں کے نام کی مناسبت سے اس کا نام مراۃ الغفوری رکھا۔ ان کے مشائخ کے سلسلہ میں حضرت نوشہ صاحب کے حالات بھی اس میں بیان کیے ہیں۔ یہ مخطوطہ صرف ایک مرتبہ میری نظر سے گذرا ہے۔ اس کی مزید تفصیل نہیں دے سکتا۔

(۷) "مثنوی کنز الرحمت" (فارسی) از حضرت مولانا محمد اشرف فاروقی بجری المتوفی ۱۲۲۵ھ

یہ کتاب فارسی منظوم ہے۔ اس میں رسالہ الاعجاز، ثواقب المناقب اور تذکرہ نوشاہی کے واقعات کو نظم کیا گیا ہے۔ اور بعض حالات کا اضافہ بھی ہے۔ مثلاً فوت شدہ چوپان کو زندہ کرنے کی کرامت وغیرہ۔ اس کے بعد حضرت نوشہ صاحب کے بیٹوں، خلیفوں اور حضرت سچیار صاحب کے حالات لکھے ہیں۔ پھر اُن کے خلیفوں کا تذکرہ نیز میاں رحمت اللہ شاہ نوشاہی کا بالتفصیل ذکر ہے۔ انھیں کے نام کی مناسبت سے اس کتاب کا نام کنز الرحمت

رکھا ہے۔ کتاب میں رحمت کا لفظ بکثرت استعمال ہوا ہے۔ کتاب کا آغاز اس طرح ہے:

حمد ایزد را کہ خوان رحمت او بیکراں — میرسد بر قدر قسمت ہر یکے را جاوداں

گویم ایں نامہ کہ نامش کنز رحمت داشتم — در مناقب ذات پاک سلسلہ نوشاہیاں

متن اس طرح شروع ہوتا ہے:

بنام خدائے غریب النواز — کہ از تاج رحمت کند سرفراز

چو دریائے رحمت در آرد بجوش — بر آرد ز عصیان عالم خروش

چناں ست دریائے رحمت بسیط — کہ واللّٰہ علیٰ کل شیئٍ محیط

گنہ بخش رند قدح خوار را — فروگیر زاہد ریاکار را

یہ کتاب مولانا اشرف نے ۱۲۲۰ھ میں نظم کی۔ خود اس کی تاریخ اختتام لکھتے ہیں:

(ذکر الرحمت ص ۱۶۸)

بحمد اللہ ایں نسخہ پایاں رسید — سر گنجینہ اش تابداماں رسید

چو ایں نسخہ ہست طغرائے دیں — ازاں گشت۔ طغرائے تاریخ ایں ۱۲۲۰

مولانا اشرف کے والد کا نام میاں عزالدین ابن میاں معصوم فاروقی تھا۔ آبائی گاؤں موضع پانڈوکی تھا۔ وہاں سے موضع منچر چٹھہ میں بحیثیت خطیب رہائش اختیار کی۔ چوہدری غلام محمد ابن پیر محمد چٹھہ رئیس اعظم منچراں کی بڑی قدر کرتا تھا۔ جب وہ سکھوں کی جنگ میں ۱۲۰۲ھ میں شہید ہوگیا تو مولانا اشرف کالے والہ میں چلے گئے۔ مزار بھی وہیں ہے یہ تینوں گاؤں ضلع گوجرانوالہ میں موجود ہیں۔ مولانا اشرف فارسی، اردو اور پنجابی کے شاعر تھے۔ ان کی جمیع منظومات کو بنام کلیات اشرف میں مرتب کیا ہے، جو ابھی تک غیر مطبوع ہے۔ ان کی اولاد میں سے مولوی عمر الدین ولد مولوی میراں بخش فاروقی ساکن اجنکے ضلع گوجرانوالہ نے ۱۳۳۰ھ میں "کنز الرحمت" کو طبع کرا دیا۔ (مطبوعہ نسخہ کے صفحات ۱۶۸ سطور فی صفحہ ۲۵)

(۸) "تشریف الفقرا" (فارسی) از فقیر سید غلام محی الدین بخاری نوشاہی ثانی لاہوری، المتوفی ۱۲۴۱ھ۔

---

۵۳ یہ لاہور کی مشہور تاریخی شخصیت فقیر سید عزیزالدین وزیر مہاراجہ رنجیت سنگھ کے والد ماجد ہیں۔

یہ رسالہ پُرانے تذکروں سے مختلف ہے۔ اس میں حضرت نوشہ گنج بخش کا سندھ جانا اور حاجی ماچھی سلطان المعروف میاں ماچھی سہروردی کو اپنے فیض سے فیض یاب کرنا لکھا ہے۔ ضمناً کچھ سراہی قوم کے حالات بھی ہیں۔

فقیر صاحب مصنف رسالہ ہذا مرزا شاہ امانت کے مرید تھے۔ وہ مرید تھے شاہ عبدالغفور جالندھری کے۔ وہ مرید سید حافظ قائم الدین برقنداز کے۔ وہ مرید شیخ پیر محمد سچیار نوشہروی کے اور وہ مرید تھے حضرت نوشہ گنج بخش قادری کے۔

یہ رسالہ اس طرح شروع ہوتا ہے: الحمد للہ رب العالمین۔ والصلوٰۃ علی محمد رسولہ الکریم۔ فقیر غلام محی الدین لاہوری می گوید۔ اے یار ابتدائے مردم سراہی از موضع سراؔ است کہ فیما بین یمن و مکّہ وقوع دارد۔ و مکہ بر کنارہ بین حجاز واقع ست۔ و حجاز ازاں گویند کہ در نجد و سراہ حاجز آمدہ۔" (رسالہ ہذا کا مخطوطہ۔ صفحات ۲۸۔ سطور فی صفحہ ۱۲)۔

(۹) "کلید گنج الاسرار" (فارسی) از مولانا خلیفہ محمد ابراہیم انصاری نوشاہی جالندھری۔ یہ کتاب حضرت نوشہ گنج بخش کے رسالہ گنج اسرار کی شرح ہے، ۱۲۷۲ھ میں لکھی گئی۔ اس میں حضرت نوشہ صاحب کے مختصر حالات بھی دیے ہیں۔ جو مرآۃ الغفوری سے ماخوذ ہیں۔ یہ کتاب اس طرح شروع ہوتی ہے:

"الحمد للہ رب العالمین۔ والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ الذی لا یعلم شیئ قدرہ الا اللہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ الذین خیر الامم الذین وجدوا الحق بکشف الغطاء۔ امابعد میگوید در سنہ یک ہزار و دو صد و ہفتاد و دوم اضعف بندگان باری محمد ابراہیم ولد حاجہاں انصاری۔ از کمترین معتقداں سیاح بیدائے ہستی و فقر، سر حلقہ تارکان قیود ناموس و فخر، عارف محقق، برہان اہل حق، واقف اسرار او فالاشیاء کماھی، حافظ عبدالوہاب نوشاہی۔ اللھم اجعلنا من الوالھین بجمالہ من من ابا ظھورہ وتوالہ۔"

یہ سب تذکرے حضرت نوشہ گنج بخش کے حالات کے لیے بنیادی مآخذ ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بہت سی کتابوں میں آپ کے حالات پائے جاتے ہیں جن کا بیان موجب طوالت ہے۔

نوٹ: یہ جس قدر قلمی کتب کا تعارف لکھا گیا ہے۔ اور ان کے صفحات کے نمبر لکھے گئے

ہیں۔ یہ وہ نسخے ہیں جو میں نے پرانے خطی نسخوں سے اپنے ذاتی کتب خانہ کے لیے نقل کیے۔ اور آج بھی میرے پاس موجود ہیں۔

اب میں ان کتابوں کی فہرست دیتا ہوں، جن میں حضرت نوشہ کا مختصر ذکر آتا ہے۔

۱۔ مناقب نوشاہی پنجابی — مولانا محمد اشرف فاروقی منچری
۲۔ مناقبات نوشاہی پنجابی — سید عمر بخش نوشاہی رسول نگری
۳۔ خزینۃ الاصفیا فارسی — مفتی غلام سرور لاہوری
۴۔ حدیقۃ الاولیا اردو — ایضاً
۵۔ گنج تاریخ فارسی — ایضاً
۶۔ تذکرہ اولیائے ہند اردو — مرزا احمد اختر دہلوی
۷۔ ہفتاد اولیا۔ اردو — شاہ شریف احمد مراد سہروردی
۸۔ حدیقۃ الاسرار فارسی — میاں امام بخش
۹۔ تحفۃ الابرار — مرزا آفتاب بیگ عرف نواب بیگ چشتی
۱۰۔ باغ اولیائے ہند پنجابی — مولوی محمد الدین ویہڑوی
۱۱۔ گلزار نوشاہی اردو — سائیں جیون شاہ نوشاہی۔ گوجرانوالیہ
۱۲۔ تحقیقات چشتی اردو — مولوی نور احمد چشتی لاہوری
۱۳۔ نور نہال قادری اردو — مولوی ابراہیم اعوان
۱۴۔ سبیل سبیل اردو — مولوی مقبول محمد نوشاہی جلالوی
۱۵۔ انوار القادریہ کی ریاض النوشاہیہ قلمی اردو۔ — مولانا حکیم غلام قادر ناشر نوشاہی جالندھری
۱۶۔ تعلیم الاخلاق اردو — پیر غلام دستگیر نامی لاہوری
۱۷۔ گلزار نوشاہی اردو — مولوی محمد حیات نوشاہی شرقپوری
۱۸۔ تذکرہ صوفیائے پنجاب اردو — مولانا اعجاز الحق قدوسی
۱۹۔ تذکرہ صوفیائے سرحد اردو — ایضاً
۲۰۔ تذکرہ شعرائے پنجاب فارسی — خواجہ عبدالرشید

۲۱۔ تذکرہ شاہ محمد غوث — پیام شاہجہان پوری
۲۲۔ شریف التواریخ قلمی ۳ جلد ضخیم اردو — سید شریف احمد شرافت نوشاہی
۲۳۔ اذکار نوشاہیہ اردو — ایضاً
۲۴۔ انوار نوشاہیہ اردو — ایضاً
۲۵۔ طراز الاولیا عربی ۔ قلمی — ایضاً
۲۶۔ تذکرہ نوشاہ عالیجاہ قلمی ۔ اردو — ایضاً
۲۷۔ مقامات نوشاہ عالیجاہ قلمی اردو — ایضاً
۲۸۔ کرامات نوشاہ عالیجاہ قلمی اردو — ایضاً
۲۹۔ فضائل نوشاہ عالیجاہ قلمی اردو — ایضاً
۳۰۔ روضۃ القیومیہ اردو — خواجہ ابو الفیض کمال الدین محمد احسان مجددی
۳۱۔ مکاتیب شریفہ فارسی — شاہ غلام علی مجددی دہلوی
۳۲۔ قادری نوشاہی لاہور ۔ اردو — منشی سلطان علی
۳۳۔ القادر نوشاہی ۔ گھٹالہ ۔ اردو — مولوی حامد شاہ نوشاہی

معارفِ حدیث

یعنی

حاکم نیساپوری کی "معرفۃ علوم الحدیث" کا اردو ترجمہ

از مولانا محمد جعفر شاہ پھلواری

حاکم نیساپوری کی مشہور تالیف "معرفۃ علوم الحدیث" علم حدیث کی ایک فنی کتاب ہے ۔ اس میں مشمولہ اہم مضامین کو جانے بغیر کوئی شخص محدث نہیں بن سکتا ——— یہ کتاب اسی کتاب کا اردو ترجمہ ہے ۔ مترجم نے جا بجا مفید حواشی بھی دیے ہیں ۔ فنِ حدیث سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے اس کا مطالعہ ازبس ضروری ہے

ملنے کا پتہ

سیکریٹری ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور